بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ:

107: اہل سنت کے عملی طریقے کا بیان (حصہ دوم)۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ کی اس پیاری کتاب کی شرح کا درس جاری ہے اور شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی شرح سے ہم یہ شرح کر رہے ہیں۔

اور ہم پہنچے تھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جملے پر: ''واتباع سبيل السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار''(اور اتباع کرنی ہے السابقین والاولین کے راستے کی مہاجرین میں سے اور انصار میں سے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیخ صاحب کا یہ جملہ جو ہے وہ اسی تعلق سے جو عقیدہ بیان کر رہے ہیں اہل سنت والجماعت کا کہ اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے یہ اصول بھی ہے کہ اتباع کرتے ہیں پیروی کرتے ہیں صحابہ کی اور سلف صالحین کی ،اتباع جو ہے یہ معطوفہ ہے اتباع الآثار پر۔

جیسا کہ پچھلے درس میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اتباع کرتے ہیں، اور آج کی نشست میں اسی سلسلے کی اگلی کڑی جو ہے وہ صحابہ کرام اور سلف کے منہج کی اتباع کرتے ہیں (یعنی مقصد یہ ہے)۔

السابقین سے مراد: ''"السابقين" إلى الأعمال الصالحة'': نیک اعمال اور صالح اعمال کی جو سبقت کرنے والے ہیں۔

''الأولين'': سے مراد اس امت کے جو پہلے لوگ ہیں۔

''المهاجرين: من هاجروا إلى المدينة'': جنہوں نے مکہ سے ہجرت کی مدینہ کی طرف۔

اور انصار جو ہیں یہ اہل المدینہ ہیں: ''في عهد النبي صلى الله عليه وسلم'': اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ مدینہ میں رہتے تھے جنہوں نے نصرت کی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہیں انصار کہا جاتا ہے۔ پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): صحابہ کے راستے کی اتباع اہل سنت والجماعت کے منہج میں سے ہے اس کی وجہ کیا ہے شیخ صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں۔

بڑی اہم بات ہے ذرا نوٹ کریں:

یعنی جب ہم منہج السلف کی بات کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کیوں بات کرتے ہیں ہم؟

آخر وہ کیا امتیازی بات ہے وہ کیا راز ہے کہ ہمیں ضرورت پڑ گئی ہے کہ ہم اتباع کریں منہج الصحابہ اور منہج السلف الصالح کی کیا قرآن اور سنت کافی نہیں ہیں دوسرے لفظوں میں؟

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ قرآن اور سنت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے تیسری کوئی چیز نہیں ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن اور سنت کافی ہے یا قرآن اور سنت کی صحیح فہم لازمی ہے اور دونوں میں فرق ہے آپ جانتے ہیں۔

کیا صرف قرآن اور سنت سے دلیل پکڑنا یا قرآن اور سنت کو صحیح سمجھنے کے بعد دلیل پکڑنا دونوں میں فرق ہے کہ نہیں ہے؟ اور اس کی سب سے بڑی جیتی جاگتی مثال کیا ہے؟ امت میں جو تفرقے ہیں اور جو فرقے بنے ہوئے ہیں تمام فرقے اپنے مسائل قرآن اور سنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں کوئی تورات اور انجیل سے دلیل نہیں پکڑتا۔

کبھی دیکھا ہے آپ نے کسی مسلمان فرقے کو کہ اپنے مسئلے کی کوئی دلیل تورات انجیل سے پیش کر رہا ہو؟ سب تمام جتنے فرقے ہیں قرآن اور سنت کی ہی بات کرتے ہیں لیکن فرق کیا ہے؟ کہ ان تمام فرقوں نے قرآن اور سنت کو سمجھا ہے اپنی خواہش کے مطابق؛ کسی نے اپنے امام کے قول کو لے لیا، کسی نے عقل کو آگے کر لیا، کوئی کشف وجد کے پیچھے لگ کر دین کو اُسی پر تول کر اس پر عمل کرنے لگا، کسی نے اپنی جماعت کو راضی کرنے کے لیے اپنی جماعت کے قول کو لے لیا جو قول اس جماعت میں رائج ہے۔

صرف ایک ہی فرقہ ہے جو ان سب سے ہٹ کر اور الگ ہے "الفرقۃ الناجیۃ" (نجات پانے والا فرقہ)؛ اللہ کے عذاب سے اللہ کی پکڑ سے اور جہنم سے نجات پانے والا فرقہ جیسا کہ تہتّر فرقوں کی حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: "یہودیوں کے اکہتّر فرقے بنے، نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے، اور میری امت کے تہتّر فرقے بنیں گے یہ سارے کے سارے فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے"، تو صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون سا فرقہ ہے؟ ایک روایت میں آیا ہے: ''الجماعۃ'' (یہ جماعت ہے)، اور دوسری روایت میں آیا ہے: ''هُمْ عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' (جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

"جس پر میں" سے مراد کیا ہے؟ قرآن اور سنت "وحی": اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی پر تھے وحی نازل ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام اسی وحی کو صحابہ کرام تک یہ پیغام پہنچاتے تھے اور سمجھاتے تھے اور صحابہ سمجھ لیتے تھے براہ راست اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام سے۔

تو یہ جو ایک فرقہ ہے جو دوسرے فرقوں سے الگ ہے اِن میں یہ ایک امتیازی فرق ہے اور شرف ہے اُن کے لیے کہ انہوں نے براہ راست اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کو سمجھا (قرآن اور سنت کو سمجھا ہے) اور پھر اپنے شاگردوں کو تابعین تک اس پیغام کو پہنچایا ہے، اور تابعین نے اتباع التابعین تک اپنے شاگردوں تک اس پیغام کو پہنچایا ہے، اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ (التوبہ:100): شرط یہ ہے کہ احسان کے ساتھ اتباع کرنی ہے۔

جب ہم احسان کی بات کرتے ہیں اس میں پرفیکشن (Perfection) ہوتی ہے اور پرفیکشن (Perfection) میں کمی بیشی نہیں ہوتی، جو منہج ہے من وعن سے تسلیم کیا جاتا ہے اور اسی پر چلا جاتا ہے عقائد میں، عبادات میں، معاملات میں، حسن اخلاق میں، آداب میں، تمام معاملات میں تمام دینی اُمور میں؛ یہ نہیں چلے گا کہ میرا دل کرتا ہے عقیدت اِن سے لوں، اور طریقتاً میرا کچھ اور ہو، اور میں فروع اور فقہ کہیں اور سے لے لوں (نہیں ایسے نہیں چلے گا!)۔

اصول میں بھی سلفی ہیں، فروع میں بھی سلفی ہیں سلوک میں بھی سلفی ہیں، اخلاق اور آداب میں بھی سلفی ہیں؛ سلفی سے مراد سلف کی پیروی کرنے والے اتباع کرنے والے۔

الغرض؛ اب شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ وجہ بتارہے ہیں کہ آخر ہمارے لیے کیوں ضروری ہے کہ ہم صحابہ اور سلف کی پیروی کریں

۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ذرا نوٹ کریں آپ: "لأنهم أقرب إلى الصواب والحق ممن بعدهم": کیونکہ صحابہ جو ہیں وہ سچ اور حق کے زیادہ قریب ہیں اُن لوگوں کی نسبت جو بعد میں آنے والے ہیں اور جیسے جیسے زمانہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے دور ہوتا گیا لوگ حق سے دور ہوتے گئے، اور جیسے زمانہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے قریب تھا تو لوگ بھی حق کے زیادہ قریب تھے، اور جتنی کوئی شخص حرص رکھتا ہے چاہت رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سیرت کو سمجھنا چاہتا ہے اتنا ہی وہ شخص حق کے قریب ہوتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ امت میں اختلاف صحابہ کرام کے بعد اور تابعین کے بعد بہت زیادہ ہوا اور بڑھتا گیا اور تمام اُمور کو شامل ہوا لیکن جو خلاف اُن کے زمانے میں تھا وہ محدود اور محصور تھا (بہت کم اختلاف تھا)۔

یعنی کہنے کی بات یہ ہے کہ صحابہ میں اختلاف نہیں تھا کیا؟ اختلاف تو تھا۔ لیکن کن مسائل میں تھا کیا عقیدے کے مسائل میں تھا اصولی مسائل میں تھا یا فروعی مسائل میں تھا؟ فروع میں دلیل کو سمجھنے میں، دلیل کی ترجیح کرنے میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ جو ہیں وہ مجتہدین ہیں اور اگر کسی سے کوئی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے تو اس کی وہ غلطی **مَغفُوٌّ عنها** ہے **مغفُور لَهُ** ہے پکڑ نہیں ہو گی اور ایک اُجر کے مستحق ہو جاتے ہیں؛ یہ تمام علماء کے لیے ہیں اور صحابہ تمام علماء سے زیادہ حق رکھتے ہیں اس قاعدے کی روشنی میں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اہل سنت والجماعت کے طریقے میں سے یہ طریقہ ہے اصول میں سے ایک یہ اصول ہے کہ وہ دیکھتے ہیں سابقین اور اوّلین مہاجرین اور انصار کے راستے کو اور اس کی اتباع کرتے ہیں کیونکہ اُن کے راستے کی اتباع اُن سے محبت کا باعث بنتی ہے اور وہ حق اور سچ کے زیادہ قریب ہیں، اس کے بر خلاف جو اس راستے میں زہد کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں (اُن میں سے جو بعض کچھ ایسے لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں) "کہ وہ بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں، وہ بھی اہل علم تھے تو ہم بھی اہل علم ہیں"، اور ان کے ساتھ کسی اختلاف میں کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

یعنی کہنے کا مقصد یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی کا قول کسی فلاں اور فلاں کے قول کی طرح ہے جو اس امت کے آخری زمانے میں آئے ہیں اِن لوگوں کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے: "وهذا خطأ وضلال" اور یہ غلطی ہے اور گمراہی ہے؛ صحابہ جو ہیں وہ "أقرب إلى الصواب" سچ کے زیادہ قریب ہیں اور اُن کا قول کسی بھی شخص کے قول پر مقدم ہے اور آگے کیا جاتا ہے۔

کیوں؟ اب نوٹ کریں وجہ جو شیخ صاحب بیان کر رہے ہیں: "من أجل ما عندهم من الإيمان والعلم، وما عندهم من الفهم السليم والتقوى والأمانة، وما لهم من صحبة الرسول صلى الله عليه وسلم": یہ پانچ چیزیں ہیں نوٹ کر لیں:

(۱) "من أجل ما عندهم من الإيمان والعلم": اُن کے پاس ایمان ہے۔

(۲) علم ہے۔

(۳) "وما عندهم من الفهم السليم": اور صحیح اور سلیم سمجھ ہے یعنی قرآن اور سنت کی۔

(۴) "والتقوى والأمانة": تقویٰ بھی ہے اور امانتدار بھی ہیں۔

(۵) اور پانچویں نمبر پر یا چھٹے نمبر پر بھی کہہ سکتے ہیں: "وما لهم من صحبة الرسول صلى الله عليه وسلم": اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ صحابہ کے منہج کی پیروی کرنا لازمی ہے اور ضروری ہے۔

یعنی دلائل تو ہیں قرآن اور سنت میں جیسے آگے بھی بیان ہو گا لیکن یہ خاص اعزاز ہے اور پیاری خصلتیں اور صفات ہیں صحابہ کی جو دوسرے لوگوں میں کم پائی جاتی ہیں، اور جو آخری پوائنٹ ہے وہ تو صرف صحابہ کے لیے ہی ہے کہ وہ صحابہ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

اب ایمان میں کون اِن جیسا ہے؟ علم میں کون ہے؟ صحیح سمجھ میں کون ہو سکتا ہے؟ یعنی ایک صحابی نے براہ راست اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مسئلے کو سمجھا ہے اور بعد میں آنے والا کوئی شخص جو ہے وہ اس مسئلے پر کوئی اور بات کرتا ہے (جیسا کہ آگے چند مثالیں شیخ صاحب بیان کریں گے) عجب بات ہے کہ لوگ اس عجیب سے شخص کے عجیب قول کو لے لیتے ہیں اور سلف کی سمجھ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں! تو فہم سلیم، صحیح سمجھ بھی صحابہ کا امتیازی صفت ہے۔

اور تقویٰ کو دیکھیں تقویٰ میں صحابہ جیسا کون ہے؟! "امانتداری" ایماندار ہیں۔

اور پھر صحابہ بھی ہیں، جتنی قرآن مجید میں اور صحیح احادیث میں صحابہ کرام کی فضیلت بیان کی گئی ہے یہ تمام دلائل ہیں کہ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کے راستے کی اتباع کی جائے اور پیروی کی جائے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام رحمہ اللہ): "واتباع وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم" (اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کی اتباع کرنا)۔

کیا وصیت تھی شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حيث قال" (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا)

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِن بَعدي، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"۔

اسے احمد، اور ابوداود، اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے معروف حدیث ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اتباع" معطوف ہے "اتباع الآثار" سے؛ یعنی یہ جملے جو ہے ایک دوسرے پے معطوف ہیں (یہ بھی اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے اصول میں سے ہے اور بات ہو رہی ہے صحابہ اور سلف کے منہج کی اتباع کرنا)۔

اور وصیت کہتے ہیں: "العهد إلى غيره بأمر هام": آپ کسی شخص سے عہد لیتے ہیں کسی اہم چیز کے تعلق سے اس عہد کو کہا جاتا ہے وصیت۔

’’عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي‘‘: یہاں پر شیخ صاحب فرماتے ہیں: حث کیا جارہا ہے اور اُجاگر کیا جارہا ہے اس بات پر کہ مضبوطی سے تھاما جائے اور اس کی تاکید کی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملے سے: ’’وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ‘‘(اور اپنے دانتوں سے اسے مضبوطی سے پکڑلو اور جکڑلو)۔

اور نواجذ ’’أقصى الأضراس‘‘ جو دانتوں کا پچھلا حصہ ہے جو مضبوط دانت ہیں انہیں کہتے ہیں۔

تو دو چیزوں کا حکم ہے، ایک تو ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑنا، اور پھر اپنے دانتوں سے چبا کر زیادہ مضبوطی سے پکڑنا؛ یہ مبالغہ ہے تمسک میں۔

اور سنت کہتے ہیں: ’’الطريقة ظاهرًا وباطنًا‘‘(اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طریقت یا صحابہ جیسے اس حدیث میں آیا ہے خلفائے راشدین کے راستے کی اور طریقت کی اتباع ’’ظاهرًا وباطنًا‘‘: جو ظاہر اور باطن ہے۔

خلفائے راشدین سے مراد شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئے اور خلافت اُن کو دی گئی ’’علمًا وعملًا ودعوة‘‘: علم، عمل اور دعوت میں۔

اور اس وصف میں جو سب سے پہلے داخل ہیں وہ چار خلفائے راشدین ہیں: ابو بکر، عمر، اور عثمان، اور علی؛ یعنی یہی مراد ہیں اور پھر جو بعد میں آئے ہیں جو اُن کے راستے کی پیروی کرنے والے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: پھر ایک شخص آتا ہے اس زمانے میں (یعنی ہمارے دور میں) کوئی علم نہیں ہے اُس کے پاس اور وہ یہ کہتا ہے: "کہ جمعے کی جو پہلی آذان ہے بدعت ہے کیونکہ جمعے کی یہ آذان جو ہے (پہلی آذان جو ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں معروف نہیں تھی اور نہ ہی موجود تھی تو ہمیں صرف دوسری آذان پر اقتصار کرنا چاہیے وہی ہمارے لیے کافی ہے"۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ یہ سنت ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اور اُن کی سنت متبعة سنت ہے اگر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف نہ ہو، اور صحابہ میں سے جو آپ سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور آپ سے زیادہ غیرت کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دین پر ان میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا ہو اور وہ خلفائے راشدین میں سے مہدیین میں سے ہو جن کی ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتباع کا حکم دیا ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں: کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ حکم دیا ہے (یعنی پہلی آذان کا جمعے کے دن) اُن کے پاس ایک اصل تھا اور اُس اصل کی بنیاد پر انہوں نے یہ حکم دیا ہے اور اصل یہ تھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جو ہیں وہ فجر کی آذان سے پہلے آذان دیا

کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں فجر کی نماز کے لیے نہیں آذان تھی وہ، وہ اس لیے تھی تاکہ جو جاگ رہا ہے وہ واپس لوٹے اور جو سو رہا ہے وہ جاگ جائے یعنی نماز کے لیے تیار ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، اور سیدنا عثمان نے جمعہ کے دن پہلی آذان کا اسی لیے حکم دیا ہے اس لیے نہیں کہ جب امام حاضر ہو یا امام کی حاضری کے لیے بلکہ لوگ جو ہیں وہ جان جائیں کہ نماز کا وقت قریب ہو گیا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ جو ہے وہ کافی بڑا ہو گیا تھا اس کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھا اور بہت سارے لوگ بھی مسلمان مدینے میں جمع ہو گئے تھے تو اُن کو ضرورت تھی کہ جمعہ کے وقت کے قریب ہونے کی کوئی نشانی ہو یا کوئی طریقہ ہو جس سے وہ تیار ہو جائیں اس سے پہلے کہ امام خطبے کے لیے پہنچ جائے مسجد نبوی میں اور تاکہ وہ بھی امام سے پہلے یعنی پہنچ جائیں۔

تو یہ وجہ تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی آذان کا حکم دیا ہے۔

یہ اعتراض موجود ہے کہ نہیں؟ اعتراض تو موجود ہے نا ابھی بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن جو پہلی آذان ہے وہ بدعت ہے تو اس کے جواب میں آپ کیا جواب دیں گے بدعت ہے؟ نہیں ہے بدعت؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھی یہ آذان؟ نہیں تھی۔ تو پھر بدعت کیوں نہیں ہے؟

1-پہلی بات یہ ہے کہ بدعت کسے کہتے ہیں؟ دین میں نئی چیز ایجاد کرنا جس کی دلیل نہ ہو۔

2-جمعہ کی پہلی آذان کی دلیل ہے؟ دیکھیں اس کی دو وجہ ہیں: ایک تو ہے کہ سیدنا عثمان نے حکم دیا ہے اور حدیث میں کیا آیا ہے؟ "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ": دلیل تو ہے نا کہ خلیفہ راشد کی سنت کی اتباع کرنی ہے لیکن شرط کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مخالف نہ ہو اور کسی اور صحابی نے مخالفت نہ کی ہو۔

اب سیدنا عثمان کی سنت ہے اس میں مخالفت ہے یا مطابقت ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی؟ مطابقت ہے۔

کیسے؟ ہمیں اور ایک مثال ملتی ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جو ہیں دوسرے مؤذن کون تھے؟ ایک تو سیدنا بلال تھے نا دوسرے مؤذن کون تھے؟ سیدنا ابو محذورۃ؛ سیدنا ابو محذورۃ جو ہیں نابینا تھے، سیدنا بلال جو ہیں وہ وقت سے پہلے آذان دیا کرتے تھے، اور سیدنا ابو محذورۃ جو ہیں وہ وقت داخل ہونے کے وقت یا اس کے بعد جو ہے جب وقت داخل ہوتا تھا فجر کا اس وقت آذان دیتے تھے۔

سیدنا بلال پہلے آذان کیوں دیتے تھے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس لیے کہ جو سورہا ہے وہ جاگ جائے اور نماز کی تیاری کرنے کے لیے اٹھ جائے اور جو جاگ رہا ہے وہ گھر سے اگر باہر ہے تو گھر تک پہنچ جائے یا مسجد تک پہنچ جائے تاکہ نماز کے لیے وہ تیار ہو جائے۔

اب یہ اصل موجود ہے؛ اب مدینہ کا شہر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں زیادہ وسیع نہیں تھا چند لوگ تھے بہت کم تعداد میں تھے اور نماز کے لیے آنے میں آسانی تھی لیکن جب سیدنا عثمان کا زمانہ آیا اور بہت سارے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور مدینہ کی طرف آئے تو مدینہ کافی وسیع ہو گیا اب لوگ جو بازاروں میں تھے یا دور دراز رہتے تھے اُن تک آواز پہنچانے کے لیے یا پتہ لگنے کے لیے کہ نماز کا وقت قریب ہے یا نہیں اس لیے سیدنا عثمان نے بازار میں حکم دیا کہ آذان دی جائے (پہلی آذان)۔ اپنے ہاں بتائیں کتنی آذانیں ہوتی ہیں جمعہ کے دن؟ تین ہوتی ہیں۔

آپ نہیں سنتے آج کل یہاں پر کتنی ہوتی ہیں؟ ایک پہلے ہوتی ہے ساڑھے گیارہ بجے، ایک ہوتی ہے اقامت کے ساتھ، دوسری ہوتی ہے جب امام منبر پر آتا ہے وہ آذان ہوتی ہے اس کے بعد خطبہ شروع ہوتا ہے اور پھر اقامت ہوتی ہے؛ تو اس سے مراد یہ ہے کہ (پہلی آذان سے مراد) جو ساڑھے گیارہ بجے دی جاتی ہے۔

عام نمازوں میں کیا ہوتا ہے ظہر کی نماز میں ایک آذان ایک اقامت ہوتی ہے نا؟ جمعہ کے دن خصوصی طور پر ایک آذان زیادہ ہے جو پہلے دی جاتی ہے۔

سوال: بھائی کا یہ سوال ہے کہ جب سیدنا عثمان کی سنت متبع ہے تو کیا کسی اور صحابی پر یہ قاعدہ اپلائی (Apply) ہوتا ہے؟

جواب: دیکھیں ایک قاعدہ خصوصی طور پر خلفائے راشدین کے لیے اس حدیث میں آیا ہے دوسرا قاعدہ ہے کہ صحابہ کا عمل جو ہے، کیا صحابہ کا عمل بھی حجت ہوتا ہے کہ نہیں اس کی دو شرطیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت نہ ہو۔

(۲) کسی اور صحابی نے مخالفت نہ کی ہو۔

اب سیدنا عبداللہ بن عمر کی آپ نے بات کی ہے کہ داڑھی کو جو ہے نا ایک مٹھ کے بعد کاٹ دیا کرتے تھے، میرا سوال یہ ہے کہ جو داڑھی کو آج کاٹتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کیا وہ ویسے کرتے ہیں جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر کیا کرتے تھے کہ نہیں؟

کیا جو آج کل داڑھی کاٹتے ہیں اور اس کو دلیل پیش کرتے ہیں وہ حج کے موقع پر یا عمرے کے موقع پر ہی کاٹتے ہیں کہ ان کو ایک یعنی صحابی ہیں معروف ہیں اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ عمرہ یا حج کا نُسک ہے جیسے سَر کے بال کاٹنے ہیں اور سَر کے بال داڑھی کے

بال متصل ہیں دیکھیں، جب یہ متصل ہیں تو وہ ساتھ کاٹ دیا کرتے تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر سے اس کے بغیر ثابت نہیں ہے کہ اس کے بغیر وہ کاٹا کرتے تھے صرف حج، عمرے کے موقع پر حج کا حصہ عمرے کا حصہ نُسک سمجھ کر وہ کیا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قاعدہ کیا ہے؟ کہ سنت کی مخالفت نہ ہو؛ یہاں پر جو واضح احادیث ہیں ''وَفِّرُوا'' ہے ''وأعفوا اللِّحَى'' ہے ،یعنی جتنی بھی آپ زیادہ کر سکتے ہیں وہ تمام اس میں شامل ہیں۔

سوال: اس میں ایک اور بھی ہے وہ اس سے یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ یہ جو حدیث کے راوی ہیں نا خاص طور پر یہ داڑھی والی حدیث کے ''وأعفوا اللِّحَى'' کے یہ راوی عبداللہ بن عمر ہیں؛ ایک تو حدیث کے راوی بھی یہ ہیں داڑھی کی حدیث کے راوی ہیں اور دوسرا وہ متبع سنت انسان تھے بہت زیادہ متبع سنت، ایک ان کا واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک جگہ یعنی کھڑے ہو گئے تھے یعنی خطبہ دے رہے تھے اس وقت بہت متبع انسان تھے۔

جواب: اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ جو نصوص ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داڑھی کو چھوڑنے کے اس میں مخالفت ہوتی ہے کہ نہیں؟ اور اس میں ایک لمبی چوڑی بحث ہے علماء کی وقت نہیں ہے آپ چاہیں تو اس میں تفصیل سے بات کریں گے ان شاء اللہ لیکن جو قول راجح ہے اس میں وہ یہی ہے کہ داڑھی کو چھوڑ دینا ہے ''وَفِّرُوا'' کا حق ادا کرنا ہے، اور ایک مٹھ کے بعد اگر آپ کاٹ دیتے ہیں تو ''وَفِّرُوا'' کا حق ادا نہیں ہوتا جبکہ یہ بھی علماء کا قول ہے کوئی اگر اس کو راجح سمجھتا ہے تو سمجھ سکتا ہے لیکن جو سچ قول ہے اور حق میں جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داڑھی کو چھوڑ دینا چاہیے اور اُسے زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ اتباع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کی اور اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے کی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، اور سرِفہرست جو ہیں وہ چار خلفائے راشدین ہیں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی الآیہ کہ ان کا کلام جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح سنت کے مخالف ہو صراحتاً تب ہمارے اوپر واجب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور کلام کو لے لیں اور اس صحابی کے لیے ہم عذر پیش کریں اور ہم یہ کہیں گے کہ یہ صحابی جو ہیں یہ ان کا اجتہاد ہے یعنی اجتہاد میں ان سے غلطی ہوئی ہے اور ان کے پاس اس کا عذر ہے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے۔

(تو آپ کا جواب تقریباً اس جملے میں آگیا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان: ''وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ'': ''إِيَّاكُمْ'' کا لفظ جو ہے یہ تحذیر کے لیے ہے کہ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں تمہیں آگاہ کرتا ہوں، اور اُمور سے مراد جو ہے یہ معاملات ہیں اور اس سے مراد اُمور دین ہے کیونکہ دنیا کے معاملات جو ہیں وہ اس حدیث میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اصل یہ ہے کہ دنیا کے معاملات میں ''الأصل في أمور الدنيا الحل'' کہ جائز ہے آپ دنیا میں نئی ایجادات کرتے ہیں دنیاوی اُمور کے لیے وہ جائز ہے لیکن دین میں کسی بھی نئی چیز کی گنجائش نہیں ہے آپ اس میں کوئی چیز ایجاد نہیں کر سکتے، اور قاعدہ یہ ہے کہ دنیاوی اُمور میں آپ جو بھی نئی چیز ایجاد کرتے ہیں وہ جائز ہے بشرطیکہ کوئی دین کی خلاف نہ ہو یا شریعت میں اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔

اور جو دوسرا قاعدہ ہے کہ اصل دینی اُمور کے لیے جو ہے وہ منع اور حذر ہے، منع کیا گیا ہے کہ اس میں کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کرنی اور جو اس میں ایجاد کی جاتی ہے تو وہ حرام ہے بدعت ہے اِلّا یہ کہ کوئی دلیل موجود ہو کتاب اور سنت سے اس کی مشروعیت اور جائز ہونے پر۔

پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'': یہ جملہ جو ہے تحذیر جملے کے ساتھ جڑا ہوا ہے تو اس سے مراد تاکید ہے اُس تحذیر کی اور خبردار اور آگاہی کی جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے بدعت کو بیان کرتے ہوئے۔

پھر جملہ: ''كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (ہر بدعت گمراہی ہے)؛ شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ جو فرمان ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت ہی قوی لفظ سے ہے جو دلالت کرتا ہے عموم پر، لفظ ''كُلَّ'' ہے یہ تعمیم ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور بندوں کے لیے سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے ہیں، اور سب سے زیادہ فصاحت اور بلاغت کے مالک ہیں اور سب سے زیادہ سچے ہیں؛ جب یہ چار چیزیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں جمع ہو جاتی ہیں:

(۱) علم ہے۔ (۲) نصیحت ہے۔ (۳) فصاحت ہے۔ (۴) اور سچائی ہے؛ یعنی اُن کا قول جو ہے من وعن سے تسلیم کرنا چاہیے۔

فرماتے ہیں: ''كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (ہر بدعت گمراہی ہے)؛ تو اس بنیاد پر جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے یعنی کوئی نزدیکی یا قرب حاصل کیا ہے کسی عقیدے سے یا کسی کے قول اور فعل سے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت میں سے نہیں ہے تو یہ شخص بدعتی ہے۔

اب چند مثالیں ملاحظہ کریں:

1-جہمیہ جو جہمی فرقہ ہے وہ عبادت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وہ تنزیہ کرنے والے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنا ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنا اور تنزیہ کرنا ہے لیکن یہ بدعقیدگی ہے اور یہ بدعت ہے ان کی جو انہوں نے عقیدے میں کی ہے۔

2-معتزلہ نے بھی اسی طریقے سے شیخ صاحب فرماتے ہیں عقیدے میں جو ان کی غلطیاں ہیں تقدیر کا انکار کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء کا انکار کرنا ہے، اور جو دیگر ان کی غلطیاں ہیں عقیدے کے اُمور میں یہ ساری غلطیاں جو ہیں عقیدے سے تعلق رکھتی ہیں اور بدعت ہیں، اُشاعرہ بھی جو اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرتے ہیں اپنے باطل عقیدے کی بنیاد پر یہ سارے کے سارے جو ہیں بدعتی ہیں۔

3-اور وہ جنہوں نے ایک نئی قسم کے اذکار ایجاد کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور قرب حاصل کرتے ہیں ان اذکار سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو ان ایجاد کردہ اذکار سے اُجر و ثواب ملے گا یہ بھی بدعتی ہیں، یہ بدعت جو ہے قولی بدعت کی مثالیں ہیں، اور وہ جنہوں نے نئے اعمال ایجاد کیے ہیں عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لیے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

یہ تینوں کی تینوں اصناف اور اقسام جو ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے بدعتیں کی ہیں عقیدے میں یا اقوال میں یا افعال میں، تو ہر بدعت جو ہے ان کی بدعت میں سے گمراہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بدعتوں کو گمراہی سے بیان کیا ہے کہ یہ گمراہی ہے کیونکہ یہ انحراف ہے حق سے اور حق سے دوری ہے۔

اور بدعت جو ہے اس میں بڑے فاسد قسم کے محاذیر موجود ہیں؛ جو بدعت کرتا ہے اس میں یہ ساری کی ساری خرابیاں موجود ہیں:

1-سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے قول کی تکذیب ہے۔

جب بدعتی کوئی بدعت کرتا ہے تو اُن میں یہ خرابیاں لازمی آتی ہیں سب سے پہلی خرابی یہ ہے کہ وہ تکذیب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ المائدہ آیت نمبر تین میں: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (آج میں نے تم لوگوں کے لیے دین کو تمام کر دیا ہے دین کو کامل کر دیا ہے)۔

کیونکہ جو نئی بدعت ایجاد کرتا ہے اور اسے دین سمجھ لیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین جو ہے وہ کامل نہیں تھا اور اِس شخص نے اپنی اِس بدعت سے دین کو کامل کرنے کی کوشش کی ہے۔

2-دوسری بات یہ ہے کہ شریعت میں قدح کرنا اس سے لازم آتا ہے اور اپنے اس عمل سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ شریعت ناقص ہے اور اُس نے اس کی تکمیل کی ہے۔

3-ان مسلمانوں پر بھی قدح ہے جنھوں نے اُس بدعت پر عمل نہیں کیا ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ اس دنیا سے چلے گئے لیکن وہ اس بدعت پر یا جس کو یہ خیر سمجھ رہا ہے اور نیکی سمجھ رہا ہے وہ اس سے محروم رہے ہیں (یعنی اُن تمام لوگوں پر یہ تہمت ہے کہ وہ دین کے اس حصے سے اور اس عمل سے محروم رہے ہیں)۔

4-بدعت سے یہ بھی بات لازم آتی ہے کہ یہ غالب دیکھا گیا ہے کہ جو بدعت میں مصروف ہوتا ہے وہ سنت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: "کسی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی اِلَّا یہ کہ وہ اُس جیسی سنت کے خاتمے کا سبب بنے ہیں"۔

5-اس بدعت سے امت میں تفرقہ لازمی آتا ہے کیونکہ یہ لوگ جو بدعتی ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حق پر ہیں اور جو دوسرے ہیں وہ باطل پر ہیں! اور اہل حق جو ہیں وہ یہ کہتے ہیں: "کہ تم گمراہ ہو تم لوگوں نے اس بدعت کو ایجاد کیا ہے"؛ تو اس طریقے سے امت میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔

جیسے مثال کے طور پر آپ دیکھ لیں کہ جشن میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدعت ہے ایجاد لوگوں نے کیا ہے اب دو قسم کے لوگ ہیں امت میں ایک وہ جو جشن مناتے ہیں دوسرے وہ جو جشن نہیں مناتے۔

جو جشن مناتے ہیں کہتے ہیں: "ہم حق پر ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں اور جو لوگ اس بدعت پر عمل نہیں کرتے وہ کہتے ہیں تم گستاخ رسول ہو تم اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں کرتے ہو محبت کا حق ادا نہیں کرنے والے ہو"؛ تو تفرقہ ہوا کے نہ ہوا؟

اور اس میں حق بات کیا ہے؟ کہ جشن میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منانا بدعت ہے۔ کیوں بدعت ہے؟ کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے کبھی نہیں کی، صحابہ خلفائے راشدین نے نہیں کی، صحابہ میں سے کسی نے بھی نہیں کی، تابعین نے کبھی نہیں کی، اتباع التابعین نے نہیں کی، چاروں اماموں نے نہیں کی، فقہاء نے

محدثین نے نہیں کی، عجب بات ہے چوتھی صدی میں جو فاطمی شیعہ ہیں رافضی جو ہیں انہوں نے شروع کی ہے یہ بدعت انہوں نے ایجاد کی ہے!

اور آج امت میں اکثر لوگ اس حقیقت اور سچائی سے غافل ہیں اور اس بدعت پر عمل کرنے والے ہیں اور ان لوگوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں جو لوگ جو اس بدعت پر عمل نہیں کرتے اور حق پر قائم ہیں (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مفاسد عظیمہ ہیں جو اس بدعت پر مترتب ہیں کیونکہ بدعت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بدعتی جو ہے اس کی عقل میں یعنی بے وقوفی بھی ہے اور دین میں خلل کا باعث بھی بنتی ہے (بدعت جو ہے بدعتی کی عقل میں خلل کا ثبوت ہوتی ہے اور دین میں بھی خلل کا ثبوت ہوتی ہے)۔

پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تو اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے بدعت کی تقسیم کی ہے تین قسمیں یا پانچ قسمیں یا چھ قسمیں تو اُن سے غلطی ہوئی ہے اور اس کی خطاء جو ہے وہ دو چیزوں پر قائم ہے:

(۱) پہلی بات یہ ہے: یا تو جس کو بدعت کہہ رہے ہیں بدعۃ حسنۃ جسے کہتے ہیں یا بدعۃ واجب یا بدعۃ مستحب بھی کہتے ہیں جو تقسیم کرتے ہیں تو شیخ صاحب فرماتے ہیں یا تو ان کا جو قول جس کو بدعت سمجھ رہے ہیں وہ شرعاً اس پر منطبق نہیں ہوتی جسے بدعت کہا گیا ہے۔

(۲) یا وہ کبھی اچھی ہو نہیں سکتی جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کر رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (ہر بدعت گمراہی ہے)؛ اور ''كُلّ'' کا لفظ جو ہے یعنی ''كُلّ'' کے لفظ چار دیواری سے کون اس کو باہر کر سکتا ہے بغیر دلیل کے؟!

پھر چند مثالیں دیکھیں ذرا غور کریں؛ اب یہ مثال ہے کہ بعض صحابہ نے بدعت کا لفظ استعمال کیا ہے کہ بدعت ہے ہم نے اس بدعت کو پھر بھی تسلیم نہیں کیا بدعت نہیں مانا اسے اس کی مثال: پہلی مثال کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے تراویح کی نماز کے تعلق سے فرمایا: ''نِعْمَ البِدْعَةُ هذِهِ'' (بدعت ہے تو کیا اچھی بدعت ہے)؛ اب اگر سیدنا عمر فرماتے ہیں اچھی بدعت ہے تو ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے مسئلہ ہو گیا کہ نہیں؟

حدیث میں کیا آیا ہے؟ ''كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (ہر بدعت گمراہی ہے)۔

اور سیدنا عمر فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے تو بہت ہی اچھی بدعت ہے اب شیخ صاحب نے کیا فرمایا ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم یہ دیکھیں گے یہ بدعت جو ہے جسے بدعت کہا گیا ہے کیا اس پر شرعی بدعت کا وصف منطبق ہوتا ہے کہ نہیں؟ کیا اس سے

مراد شرعی بدعت ہے کہ نہیں ہے؟ جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو حقیقتاً یہ وصف منطبق ہوتا ہی نہیں ہے جو شرعی بدعت ہے کیوں؟ شرعی بدعت کس چیز کو کہتے ہیں؟ جیسے ابھی میں نے کہا ہے کہ کوئی ایسا قول یا عمل ہو جس کی دلیل نہ ہو شریعت میں۔

اب دیکھتے ہیں کہ جو تراویح کی نماز ہے یہ ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ رمضان میں تین راتیں جو ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو تراویح کی نماز پڑھائی باجماعت پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑ دیا مزید نہیں پڑھائی تراویح کی نماز باجماعت اس ڈر سے کہ یہ واجب نہ ہو جائے فرض نہ ہو جائے باجماعت تراویح کی نماز۔

تو اصل مشروعیت جو ہے وہ ثابت ہو گئی ہے اور اس بات کا جو خدشہ ہے کہ یہ بدعت شرعیہ ہے وہ بھی ختم ہو گئی ہے کہ بدعت شرعیہ نہیں ہے اور ہم یہ کبھی نہیں کہہ سکتے بدعت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز تراویح باجماعت پڑھائی ہو۔

پھر سیدنا عمر نے بدعت کیوں کہا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ لوگوں نے چھوڑ دیا تھا اس سنت کو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں تین راتیں صحابہ کرام کو تراویح کی نماز باجماعت پڑھائی اُس کے بعد صحابہ جمع ہوتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تراویح کی نماز باجماعت نہیں پڑھائی اس ڈر سے کہ فرض نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد اب فرضیت کا ڈر تو ختم ہو گیا نا اب فرض تو نہیں ہو سکتی تب بھی صحابہ نے باجماعت نہیں پڑھی نماز، تو سیدنا عمر نے ایک مرتبہ دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی اکیلا پڑھا رہا ہے تراویح کی نماز، کوئی دو الگ، تین الگ اس طریقے سے الگ الگ پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے یہ سوچا کہ ان لوگوں کو اگر جمع کر دیا جائے ایک امام کے پیچھے یعنی نماز پڑھیں باجماعت تو زیادہ بہتر ہو گا، تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو گیارہ رکعت نماز جو ہے تراویح کی پڑھائیں، اور پھر ایک مرتبہ باہر نکلے تو دیکھا کہ لوگ باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں فرمایا: ''نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ'' (کیا اچھی بدعت ہے یہ)۔

یہ بدعت جو ہے یہ اس نسبت کے اعتبار سے ہے کیونکہ لوگوں نے پہلے چھوڑ دیا تھا پھر اس عمل کی تجدید ہوئی جس کو چھوڑ دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی میں تین مرتبہ تین راتوں میں یہ نماز پڑھی پھر اس عمل کو چھوڑ دیا گیا پھر جب دوبارہ اسے ایجاد کیا گیا اس دوبارہ ایجاد کرنے کی نسبت سے کہا گیا کہ ''نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ'' (کیا اچھی بدعت ہے)۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عمر کا یہ قول جو ہے اس سے شرعی بدعت مراد نہیں ہے۔

اور بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہے لفظ بدعت جو ہے، اب دیکھیں ایک لغوی معنی ہے ایک شرعی معنی ہے۔

دین اسلام سے پہلے وحی کے نازل ہونے سے پہلے عربی زبان بولی جاتی تھی کہ نہیں؟ دیکھیں یہ نور ہے وحی کا (سبحان اللہ) اور قوت دیکھیں آپ کہ جو زبان بولی جاتی ہے معاشرے میں اُس زبان میں فرق آگیا ہے وحی کے نازل ہونے کے بعد:

(۱) اب صلاۃ کا لفظ استعمال ہوتا تھا (دعا کو عربی زبان میں صلاۃ کہتے ہیں) شرعی معنی صلاۃ کا کیا ہے؟ نماز جو ہم پڑھتے ہیں، بالکل مفہوم ہی تبدیل ہو گیا (سبحان اللہ)۔

(۲) اسی طریقے سے بدعت کا لفظ بولا جاتا تھا "کوئی نئی چیز ایجاد کرنا" اور جب وحی نازل ہوئی تو بدعت کا مفہوم اس لغت کے مفہوم کے ساتھ ساتھ الگ ہو گیا اور شرعی بدعت کہ کوئی بھی عمل آپ کرتے ہیں بغیر دلیل کے دین میں، آپ نے کوئی بھی چیز اگر نئی ایجاد کی ہے بغیر دلیل کے تو بدعت سمجھی جائے گی اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

توسیدنا عمر بن خطاب کا یہ قول "نِعْمَ البِدْعَةُ هذِہ" سے کیا مراد ہے کیا شرعی معنی لیا ہے انہوں نے یا لغوی معنی لیا ہے؟ لغت کا معنی ہے (لغوی معنی لیا ہے)، اور علماء نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ سیدنا عمر کا یہ قول جو ہے بدعت کا لفظ جو ہے کہ اچھی بدعت ہے اس سے مراد لغوی معنی ہے نا کہ شرعی۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا کوئی معارضہ یا مخالفت نہیں کر سکتا یہاں تک کہ سیدنا عمر بن خطاب بھی نہیں کر سکتے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک اور شبہے کا ازالہ: "اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ اس کے ساتھ اس حدیث کو کیسے جمع کر سکتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (ہر بدعت گمراہی ہے)، اور دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: "مَنْ سَنَّ فِي الإِسلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيامَة" (جس نے بھی اسلام میں ایک اچھی سنت ایجاد کی ہے تو اس کا اُجر اسے بھی ملے گا اور ہر اس شخص کو ملے گا جو اس پر عمل کرتا رہے گا تا قیامت)؛ تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان جو ہے وہ اچھی سنت اسلام میں ایجاد کر سکتا ہے؟"۔

تو اس کے جواب میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے نا کہ مخالفت۔

یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ قرآن کی آیت میں اور صحیح حدیث میں کبھی ٹکراؤ ہو نہیں سکتا اور نہ ہی کبھی دو صحیح احادیث میں ٹکراؤ ہو سکتا ہے؛ کیوں وجہ کیا ہے؟ کیونکہ وحی ہے اور وحی میں کبھی بھی ٹکراؤ یا تضاد ہو ہی نہیں سکتا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! اس میں کبھی تناقض ہو نہیں سکتا۔

تو سنت سے مراد: "بالسنة الحسنة السنة المشروعة": جو مشروع سنت ہے۔

ہم بات کر رہے ہیں بدعت کی "كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اور حدیث میں ہے سنت کی تو بدعت کہاں اور سنت کہاں واضح ہے نا؟! تو سب سے پہلا جواب کیا ہے ہر بدعت گمراہی ہے نا کہ ہر سنت گمراہی ہے؟ ہر بدعت گمراہی ہے نا بات یہ ہو رہی ہے۔

اور حدیث میں لفظ سنت کا ہے سنت بدعت کیسے ہو گئی؟ یہ بالکل متضادات ہے۔

اور پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں دوسری بات یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: یعنی اس سنت سے مراد یہ ہے کہ اس عمل کی طرف جلدی کر کے اسے بجالانا اور یہ پتہ چلتا ہے اس حدیث کا سبب بیان کرنے سے اور سبب یہ ہے کہ ایک صحابی جو ہیں انصار میں سے ایک درہم سے بھرا ہوا برتن لے کر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رکھ دیتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک جماعت آئی تھی مضَر سے وہ کبار عرب میں سے تھے بہت بڑے لوگ تھے اثر و رسوخ والے تھے، اسلام قبول کیا اور اُن کی حالت بہت پست ہو گئی اور اُن کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ سے فرمایا کہ ان کی مدد کرنی چاہیے اور اجاگر کیا صدقے کے تعلق سے چند پیاری احادیث بیان کی ہیں، تو ایک انصاری صحابی جو ہیں وہ جو اُن کے پاس کچھ تھا درہم جو ہیں پیسے جو ہیں وہ آکر انہوں نے رکھ دیئے ہیں تب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اُس صحابی کو دیکھا تو فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ": اور یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے معروف حدیث ہے۔

تو اس بنیاد پر اُس شخص نے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی صدقات اور خیرات کے دلائل کتنے ہیں قرآن اور سنت میں لیکن اس وقت کیونکہ پہل انہوں نے کی ہے تو اس اعتبار سے اس تناسب سے ایک نئی چیز انہوں نے کی ہے کہ دوسروں سے پہلے کرنے والا نا کہ شریعت میں کوئی نئی چیز ایجاد کی ہے؛ سنت میں پہل کی ہے نا تو سنت میں پہل کرنا بدعت کیسے ہو سکتا ہے؟!

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے سنت میں پہل کی ہے اور دوسرے صحابہ نے جب اُن کو دیکھا تو اُن کی دیکھا دیکھی وہ بھی اپنے گھر میں گئے اور جو کچھ اُن کو میسر ہوا وہ لے کر آئے اور کافی مال اُس وقت اکٹھا ہو گیا تھا جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگوں کو دے دیا۔

اور اسی طریقے سے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ سنۃ الحسنۃ جو ہے جو چیزیں نئی ایجاد کی گئی ہیں اُس چیز کے وسیلے کے لیے جو شرعاً ثابت ہیں شرعاً اُن کی اجازت ہے دلائل ہیں جیسا کہ کتابوں کی تصنیف کرنا اور مدارس کی تعمیر کرنا وغیرہ یہ تمام چیزیں جو ہیں یہ اچھی چیزیں ہیں نئی چیزیں ایجاد کرنی ہیں لیکن بدعت نہیں بلکہ سنت میں اچھی چیزیں ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس سے ہم یہ جان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جو ہے اس میں کبھی ٹکراؤ یا تناقض نہیں ہے بلکہ وہ متفق ہے (ایک دوسرے پر اس میں اتفاق ہوتا ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "لا ینطق عن الھوی" کبھی بھی اپنی کواہش نفس سے یا اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں فرماتے۔

تو یہ چند اہم باتیں تھیں آج کے درس میں، اگلے درس میں اسی قاعدے کا ایک اہم اصول ہے اور چند دیگر اصول ہم بیان کریں گے دلائل کی روشنی میں ان شاءاللہ تاکہ مسلمان جو ہے طالب علم خصوصی طور پر یہ اچھی طرح جان لے کہ وہ کس منہج پر قائم ہے، وہ دین پر عمل تو کرتا ہے لیکن کس بنیاد پر کرتا ہے۔

دیکھیں آج کتنے ہیں جو نماز تو نماز نبوی پڑھ لیتے ہیں لیکن اُن کا جہاد جہاد نبوی کیوں نہیں ہوتا؟

یہ دہشت گردی جو پھیلی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

کچھ لوگ ہیں نماز تو نماز نبوی پڑھتے ہیں لیکن اخلاق کیسے ہیں کیا اخلاق نبوی ہیں؟

یہ فرق کیوں ہے؟ کس چیز میں فرق ہے؟ کہ مکمل منہج کی پیروی نہیں ہے اپنی خواہش کے مطابق جو اچھا لگا اسے لے لیا جو اچھا نہیں لگا اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پیروی کر لی؛ ایسا نہیں چلے گا جو حق ہے وہ حق ہے اور حق کی پیروی جو ہے وہ سب پر لازم اور واجب ہے اور اسے من وعن سے تسلیم کرنا چاہیے اس میں خواہش نفس کی کوئی گنجائش نہیں ہے میری اور آپ کی مرضی نہیں چلے گی، جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے اسی پر عمل کیا جائے گا۔

اور عمل کیسے ممکن ہے؟ جب اپنی مرضی اس میں شامل ہو گی تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! تو اُس کے لیے صحیح منہج کو اپنانا پڑے گا اور صحیح منہج صرف ایک ہی ہے کیا منہج ہے؟ قرآن اور سنت کو سمجھنا ہے صحابہ اور سلف کی سمجھ کے مطابق اور پھر اس پر عمل کرنا ہے۔

سب سے بڑی غلط فہمی اور شبہ جو اس معاملے میں مخالفین جو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اختلاف صحابہ میں بھی تو تھا آج امت میں اختلاف ہے تو اس میں کیا حرج ہے تو ہم کیسے آپ کی بات کو مان لیں؟

میرے بھائی! صحابہ کرام کے زمانے میں اور سلف کے زمانے میں جو اختلاف تھا اس کی دو قسمیں ہیں، ایک اصول میں اختلاف، ایک فروع میں اختلاف:

(۱) اصول میں اختلاف نہیں تھا؛ عقیدے کے معاملات میں توحید کے معاملات میں، اسماء وصفات کے باب میں، تقدیر کے معاملے میں، تمام جو بھی عقیدے کے اصول ہیں ان میں آپ کو کہیں اختلاف نظر نہیں آئے گا۔

(۲) فروعی مسائل میں اُن کا اختلاف تھا۔

آج کے دور میں ہمارا اتفاق اصولی مسائل میں ہونا چاہیے جیسا کہ اُن کا اتفاق تھا، اگر فروعی مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے دلیل کی روشنی میں تو اس کی گنجائش ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ لازمی ہے کہ تم لوگوں کو فقہ کو بھی چھوڑنا ہے اور تمام چیزوں کو چھوڑ کر تم پر لازمی ہے کہ تم نے ہمارے اس منہج کی اتباع کرنی ہے۔

اگر کوئی شخص ہے طالب علم ہے یا علماء میں سے ہے وہ ترجیح کرتا ہے اس کا علم اس حد تک پہنچا ہے صرف کہ اس نے اس قول کو لینا ہے جو کہ ظاہراً حدیث کے مخالف ہے اُس کے پاس قیامت کے دن حجت ہو گی جو اس کے پاس حجت ہے کہ میں نے اس پر عمل کیوں کیا جبکہ حدیث کے مخالف تھا؛ لیکن فروعی مسئلہ ہے تو اس پر اختلاف گنجائش ہے، اگر صحابہ کرام اور سلف میں تھا تو آج بھی اس کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن حق یہ ہے کہ اگر اس کو واضح ہو گیا کہ حق ہمیں سمجھ آگیا ہے اب ہمیں کیا پتہ دل سے اس کو سمجھ آیا ہے کہ نہیں وہ تو وہ جانتا ہے اس کا ربّ جانتا ہے نا، اگر اس کو حق سمجھ آگیا ہے تو اپنے قول کو اپنی خواہش کو چھوڑ کر اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر اپنی جماعت کو چھوڑ کر حق کو تسلیم کرنا لازم اور واجب ہے اس کے اوپر؛ لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے سمجھ میں یہی بات اس حد تک ہے کہ دلائل جو اس فریق کے پاس ہیں وہ قوی دلائل ہیں تو میں اس قول کو لیتا ہوں تو وہ جانے اس کا ربّ جانے۔

مثال کے طور پر وہ رفع الیدین نہیں کرتا اور وہ ترجیح کرتا ہے اُن احادیث کی جن میں ضعف پایا جاتا ہے محققین کے نزدیک اور وہ کہتا ہے میں ان حدیث پر عمل کر کے رفع الیدین نہیں کرتا ہوں؛ تو ہم کہیں گے کہ اس بنیاد پر اس اختلاف کی گنجائش موجود ہے اگر آپ نہیں کرنا چاہتے تم جانو تمہارا ربّ جانے وہ تم سے حساب لینے والا ہے، اب تمہارے اندر دل میں کیا ہے ہم نہیں جانتے تمہاری جو زبان پر ہے ہم اسی آپ کے قول کو لے لیتے ہیں حساب ربّ نے لینا ہے لیکن عقیدے کے معاملات میں توحید کے معاملات میں ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

میرے بھائی! آج امت میں اختلاف یہ بڑی غلط فہمی ہے لوگوں میں لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم صرف فروعی مسائل میں جھگڑتے رہتے ہیں اور اصول کو ہم نے چھوڑا ہوا ہے غلط بات ہے! ہماری اصل بنیاد جو اصل مسئلہ ہے وہ کلمہ توحید سے اختلاف شروع ہوتا ہے پتہ ہے آپ کو؟!

کوئی جانتا ہے کلمہ توحید پر ہمارا کوئی اختلاف ہے کہ نہیں اختلاف امت میں؟! پتہ نہیں کتنے قول ہیں کلمہ توحید کے معنی میں! جانتے ہیں کتنے قول ہیں؟ چھ سے زیادہ اقوال ہیں!

آج امت میں جو کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے کلمہ توحید کا معنی جو وہ سمجھتا ہے اس میں ہمارا اختلاف ہے اور چھ سے زیادہ اقوال آپ کو ملیں گے وجہ کیا ہے؟ کہ کلمہ صحیح سمجھا نہیں ہے۔

اگر میں نے کلمے کو نہیں صحیح سمجھا تو میں نے سمجھا کیا ہے پھر مجھے بتائیں؟!

اگر کلمے میں ہمارا اختلاف ہے میرے بھائی! اور بہت قوی اختلاف ہے یہ نہ سمجھیں کہ جیسے فروعی مسائل میں اختلاف ہے، اُس سے زیادہ قوی اختلاف ان مسائل میں ہے؛ جب یہ اختلاف موجود ہے تو ہمارے اوپر یہ بات لازم ہے شرعاً کہ ہم حق کو پہلے جانیں دلائل کی روشنی میں سمجھیں اس پر خود عمل کریں اور پھر اس کی طرف دعوت دیں اور لوگوں کو سمجھائیں۔

﴿بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾(النحل:125): کوئی جھگڑنا نہیں، کوئی زور زبردستی نہیں، ہمارا کام ہے پیغام کو پہنچانا بہترین طریقے سے دلائل کی روشنی میں ادب کے دائرے میں رہ کر علمی انداز سے کیونکہ علم نور ہے آپ نور کو اگر بدتمیزی کے ساتھ بداخلاقی کے ساتھ پھیلاتے ہیں تو کیا اس کا فائدہ ہوگا؟! کون آپ کی بات مانے گا؟!

اس لیے جو لوگ سختی برتتے ہیں اس معاملے میں اور گالیاں دیتے ہیں، ہمارے پاس بعض ایسی دعاۃ ہیں جو گالیاں دیتے ہیں اب گالی میں کیا سمجھانا چاہتے ہیں آپ؟! لعنت بھیج رہے ہیں، گالیاں ہیں، بزرگوں کو نہیں چھوڑا بزرگوں کو گالیاں دے رہے ہیں آپ کیا چاہتے ہیں کون سی دعوت ہے یہ؟! اور یہ کون سا پیغام آپ پہنچانا چاہتے ہیں امت تک گالی دے کر؟!

دیکھیں لوگوں کے دل جڑے ہوتے ہیں اپنے کبراء اور اپنے مشائخ اور اپنے بزرگوں کے ساتھ، بچپن سے آنکھ کھلتی ہے یہی عقیدہ ہے یہی ان کا منہج ہے یہی ان کے مشائخ یہی ان کے بزرگ ہیں، آپ گالی دے کر ان کو اپنی بات سمجھانا چاہتے ہیں؟! ہم پیدائشی ہدایت یافتہ ہیں کیا؟! کیا ہم سے غلطی نہیں ہوئی؟!

ہم نے تو اپنے والدین سے سب کچھ سیکھا ہے، آنکھ کھلی نماز کیسے پڑھتے ہیں ویسے پڑھتے ہیں، روزے کیسے رکھتے ہیں ویسے روزہ رکھتے ہیں، عقیدہ کیا ہے ویسا عقیدہ ہے، لیکن پھر جب پتہ چلا کہ حق کیا ہے یہ باطل ہے، حق کہاں پر ہے دلیل کی روشنی کیا ہے ہدایت دی (الحمد للہ)۔

یہی حق دوسرے بہت سارے ترس رہے ہیں امت میں! واللہ بہت سارے لوگ ترس رہے ہیں اس حق کو پہنچانا کیسے ہے پھر آپ کا یہ کردار آتا ہے کہ آپ نے جو علم حاصل کیا ہے، آپ کے جو اخلاق ہیں۔

میں نے ایک مثال دی ہے کہ دنیا کا سب سے بدترین کافر جو ہے فرعون (سب سے بدترین کافر ہے دنیا کا) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کیا پیغام دے کر بھیجا؟ کیا وہاں پر سختی جاکر کرنی ہے؟ لاٹھی کی طاقت دکھانی ہے کہ دیکھیں سانپ کیسے بنتی ہے حکم کیا دیا ہے؟ کتنے پیارے الفاظ ہیں کیا حکم دیا؟ ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ (جاکر نرم بات کریں) ﴿لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝۴۴﴾ (ہو سکتا ہے کہ نصیحت حاصل کرلے نصیحت پالے یا ڈر جائے) (طه:44)۔

اس کا اثر ہوا کہ نہ ہوا؟ غرق ہونے سے پہلے فرعون نے کیا کہا تھا اثر ہوا کہ نا ہوا؟ اس نرمی کا اثر دیکھیں اس پتھر دل پر بھی ہوا لیکن اس کو فائدہ اس لے نہیں ہوا کیونکہ مرتے وقت اس نے توبہ کی ہے، پہلے کر سکتا تھا لیکن تکبر نے اس کو مار دیا!

اس لیے ہمارا جو کام ہے کہ ہم نے پیغام کو پہنچانا ہے اگر جدال بھی کبھی کہیں پر آجائے تو ہمیں کیا حکم دیا ہے؟ ﴿جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (النحل:125)۔ اُحسن کیوں بار بار آرہا ہے؟ "موعظۃ الحسنۃ" ﴿ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ اور اس میں سختی کہاں پر ہے؟! گالی گلوچ کہاں پر ہے کہاں پر ہے؟!

اور عجب اس پر نہیں ہے ایسے لوگوں پر جو گالیوں سے لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہیں! واللہ اس سے زیادہ عجب ان لوگوں پر ہے جو ان کی بات سن کر ان کی پیروی کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دکھاتے ہیں کہ دیکھو کتنے فالوورز (Followers) ہیں ہمارے! اتنے فالوورز (Followers) ہو کر خوش ہو رہے ہو ان سب کو اپنے اس غلط راستے پر لے جاکر کس طرف جا رہے ہو؟!

جیسا کہ کسی کو غلط بات بتانا شرعاً، مخالفت شریعت کے خلاف کوئی سبق دینا غلط ہے اسی طریقے سے صحیح بات غلط طریقے سے کرنا بھی غلط ہے کیوں؟ کیونکہ لوگوں کو متنفر کر رہے ہیں حق سے، جو حق کے قریب آنا چاہتا ہے آپ کی گالم گلوچ سے وہ دور ہو جائے گا۔

اور جو آپ کے ساتھی ہیں جو آپ کے راستے کو اپنا رہے ہیں تربیت یافتہ ہیں آپ کے آگے جا کر امت میں کیا ہوگا یہ جا کر اور نرمی سے بات کریں گے پیار سے بات کریں گے؟! انتشار ہوگا کہ نہیں امت میں؟! اور (نعوذ باللہ) ان سب کا گناہ اُس شخص کے سَر پر جائے گا یا اُن لوگوں کے سَر پر جائے گا جو یہ غلط راستہ اپناتے ہیں دعوت اور تبلیغ میں۔

الغرض؛ ہمارے علم سے پہلے ہمارے اخلاق کو بولنا چاہیے؛ "الأدب قبل الطلب" میں بار بار کہتا ہوں علماء سے یہی سیکھا ہے ہم نے کہ آپ کا علم آپ کے چہرے پر آپ کے ہاتھوں پر آپ کے پاؤں پر آپ کی زبان پر آپ کی آنکھوں پر آپ کے کانوں پر پورے جسم پر نظر آنا چاہیے، آپ کیسے بولتے ہیں کیسے بات کرتے ہیں، کس کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں کیسے اٹھتے بیٹھتے ہیں، بڑوں سے آپ کیسے بات کرتے ہیں، چھوٹوں سے آپ کیسے پیش آتے ہیں، اپنے گھر والوں کے ساتھ آپ کیسے رہتے ہیں، یہ تمام چیزیں کاؤنٹ کرتی ہیں۔

اس لیے اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے گھر والوں کے تعلق سے پچھلے درس میں میں نے بتایا تھا؟ "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي"۔

آج اپنا محاسبہ کر کے دیکھیں کہ ہم اپنے گھر والوں کے لیے کیسے ہیں؛ بعض ایسے لوگ ہیں اور مجھے بہت دکھ ہوتا ہے یہ کہتے ہوئے کہ سلفی بھی ہیں لیکن گھر میں داخل ہوتے ہیں تو گھر والے جو ہیں وہ چھپنا شروع ہو جاتے ہیں بیٹھ نہیں سکتے اتنی زیادہ سختی ہوتی ہے! اور بے جا سختی ہوتی ہے!

میں یہ نہیں کہہ رہا ہے سختی کہیں کرنی نہیں، سختی کے بھی دلائل موجود ہیں لیکن اصل سختی نہیں ہے اصل نرمی پیار اور محبت ہے سختی کا اپنا وقت ہے اپنی جگہ ہے اور اُس وقت سختی کرنی چاہیے۔ اس لیے میں نے کہا ہے کہ ہماری نماز نبوی ہونی چاہیے، ہمارا حج نبوی ہونا چاہیے، ہمارا جہاد نبوی ہونا چاہیے، اور ہمارے اخلاق بھی نبوی ہونے چاہیئں۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (107. العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio